

ہر گوشے میں کافی پھیلی ہوئی ہے۔ ان دونوں میں سے جو مشکل کم ہوا سے اختیار کر لیجیے۔
 میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے مشرقی اور مغربی پاکستان جیسے دو دراز
 خطوں کے درمیان اسلام کے بعد ایک اور اتحادی رشتہ بھی اردو زبان کی شکل میں مہیا کر رکھا ہے۔
 اس نعمت کی قدر نہ کرنا ایک طرح کی ناشکری ہے۔ (۱-م)

سوسائٹی میں انسان کا فطری مقام

سوال:

فرد اور سوسائٹی کے باہمی تعلقات کی نسبت مندرجہ ذیل خیال اسلامی نقطہ نظر سے کہاں تک متباہ؟
 شہد کی مکھوں، چیونٹیوں اور دیک کے برعکس انسان معاشرے میں زندگی گزارنے کے لئے نہیں
 بنایا گیا ہے۔ وہ ذلہ سے زیادہ حد تک ایک فرد ہے۔ بدرجہ آخر یوں سمجھ لیجئے کہ وہ گٹوں میں بٹ کر چنے
 کی جہت رکھتا ہے۔ یہی راز ہے فرد اور معاشرے کے غیر مختم تضادم کا! کوئی مذہب عدم توافق کی
 اس گرہ کو کھولنے پر قادر نہیں ہے کیونکہ یہ گرہ کھلنے والی ہے ہی نہیں! کیا خود قرآن نے نہیں کہا کہ ہم نے
 انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا (۲۰-۲۱)۔ اور پھر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی — کہ ہم نے
 انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا (البقرہ) میری رائے میں ان آیات کی بہترین تاویل یہ ہے کہ ایک شین —
 نظام جہانی — کی حیثیت سے آدمی اشرف المخلوقات ہے، لیکن معاشرے کا رکن ہونے کی
 حیثیت سے وہ معاشرے کے ساتھ ہمہ وقت تضادم رچنے والا ہے۔

جواب:

آپ نے جس خیال پر مجھ سے اظہار خیال کی فرمائش کی ہے اس کے مصنف نے فرد اور جماعت
 کی کشمکش کے پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے یا بالفاظ دیگر ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے صحیح رُخ (APPROACH)
 اختیار نہیں کیا ہے۔ اس نے انسان کو حیوانات کی ایک قسم فرض کر کے یہ طے کرنے کی کوشش کی ہے کہ

تنظیم پسند حیوانات اور نگہ پسند حیوانات کے درمیان انسان کا صحیح مقام کیا ہے۔ حالانکہ یہ زاویہ فکر اس مسئلے کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے سرے سے کوئی نقطہ آغاز ہی نہیں ہے۔ حیوانات اور انسان کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوانات کوئی ذاتی اختیار مخلوق نہیں ہیں جو مشاہدات اور تجربات پر غور و فکر کر کے اپنی زندگی کا راستہ خود تجویز کرتے ہوں، بلکہ وہ سراسر جبلت کے تابع ہیں۔ شہد کی مکھیوں نے منظم ہیئت اجتماعی خود اختیار نہیں کی ہے، نہ ہی جمعیہ تجربات سے بتدریج اس تنظیم کو ترقی دی ہے بلکہ یہ تنظیم ان کی جبلت میں ودیعت کر دی گئی ہے اور وہ جب سے وجود میں ہیں یکساں ہی کے ساتھ اسی تنظیمی شکل میں رہتی چلی آ رہی ہیں۔ یہی حال نگہ پسند زوج پسند اور انفرادیت پسند حیوانات کا بھی ہے کہ ہر ایک اپنی جبلت کے مقرر کردہ راستے پر چلا جا رہا ہے اور ان میں سے کسی فرد نے بھی تجربے اور فکر کی بنیاد پر اپنے طریق حیات میں ذرہ برابر کوئی رد و بدل نہیں کیا ہے۔ برعکس اس کے انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا ایک ایک فرد ذاتی ارادہ، ذاتی اختیار، صاحب فکر اور اخلاقی حیثیت سے شخصاً ذمہ دار واقع ہوا ہے۔ اس کی جبلت کا دائرہ اثر بہت محدود رکھا گیا ہے۔ اس کی فطرت میں چند دوائی اور میلانات ضرور رکھ دیے گئے ہیں مگر ان کی نوعیت یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی مخصوص راستہ تجویز کرتے ہوں اور انسان کو اسی خاص راستے پر چلنے کے لئے مجبور کرتے ہوں، بلکہ ان کی نوعیت یہ ہے کہ وہ صرف اپنے تقلید انسان کی عقل و فکر کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر انسان اپنی عقل و فکر کی مدد سے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی صورتیں تجویز کرتا ہے۔ اس کے ساتھ انسان کو یہ قوت بھی ملی ہوئی ہے کہ وہ تجربات و مشاہدات کی مدد سے اپنی اختیار کردہ عملی صورتوں میں رد و بدل کرتا ہے اور بتدریج ان کو درست کرنے اور ترقی دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان نے اپنی فطرت کے تقاضوں کو سمجھ سمجھ کر ایک جوڑے کی یکجائی معاشرت سے ابتدا کر کے بتدریج خاندان، قبیلے، قوم، منظم سوسائٹی، اسٹیٹ اور بین الاقوامی روابط تک اپنی زندگی کو ترقی دی۔ اور یہی وجہ ہے کہ مختلف زبانوں اور مختلف ممالک میں انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کے لئے بہت سے مختلف نقشے اختیار

کئے اور بار بار ان نقوش کو وہ بدلتا اور نئے سرے سے بناتا رہا ہے۔

انسان کی اس مخصوص حیثیت پر اگر آپ غائر نگاہ ڈالیں تو اس گتھی کو سمجھنے کے لئے آپ کو کلید مل سکتی ہے جو فرد اور جماعت کی کشمکش کی شکل میں ہم آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس گتھی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ انسانی کا ہر فرد اپنی ایک خودی رکھتا ہے جس میں تعقل ہے، ارادہ و اختیار ہے اور شعنی ذمہ داری کا احساس ہے۔ دوسری طرف اس خودی کے حامل افراد ایک ایسی اجتماعی زندگی میں شریک ہونے پر مجبور ہوتے ہیں جس کا پورا نقشہ فطرت نے خود نہیں بنادیا ہے بلکہ فطری داعیات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مختلف زالوں اور مختلف علاقوں کے لوگوں نے مختلف طریقوں سے یہ نقشے خود بنائے ہیں، اور بتدریج اجتماعی تجربات اور مجموعی میلانات اور خارجی اثرات کے تحت ان نقوش کا نشوونما ہوتا رہا ہے۔ اس طرح لاکھوں کروڑوں افراد کی جدا جدا خودیوں کا ایسی غیر فطری اجتماعیت میں (جو بار بار اپنے بعض پہلوؤں میں خلاف فطرت بھی واقع ہو جاتی ہے) ٹھیک ٹھیک متوازن اور متناسب طور پر نصب ہونا اور اپنی موزوں جگہ پالنا نہایت مشکل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشمکش پیدا ہوتی ہے جو فرد اور جماعت کے درمیان ہر جگہ برپا ہے۔ کیونکہ اس طریقے سے بنی ہوئی اور نشوونما پائی ہوئی اجتماعیت میں افراد کی خودیاں بھی اپنی موزوں جگہ نہ پانے کی وجہ سے بے کھی محسوس کرتی ہیں، اور اجتماعی نظام بھی ان بے چین خودیوں کی انفرادی کد کو بکے باعث مضطرب ہوتے رہتے ہیں۔ افراد کو ڈھیل ملتی ہے تو اجتماعی نظام درہم برہم ہونے لگتا ہے اور اجتماعی نظام زیادہ کس جاتلا ہے تو افراد کی خودیاں یا تو مرجھانے لگتی ہیں یا بغاوت پر اتر آتی ہیں۔

یہ من جملہ اُن اہم اسباب کے ہے جن کی بنا پر انسان کے لئے وحی اور نبوت کی رہنمائی ناگزیر ثابت ہوتی ہے۔ ہزار ہا برس کے تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ اپنے فطری داعیات اور تقاضوں کو سمجھ کر انہیں پورا کرنے کے طریقے تجویز کرنے کے لئے انسان کو تعقل، تفکر اور استقرار و اختیار کی جو طاقتیں ملی ہوئی ہیں وہ اس کام میں مددگار تو ضرور ہیں مگر اس کے لئے کافی نہیں ہیں۔